قرآنی ربا

رانا محمد عاشق
اسلام آباد

https://www.ebooksall.com

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَـٰنِ الرَّحِيمِ

قرآنی ربا

تحریر: رانا محمد عاشق

ما حاصل

ہم عقل استعمال کرتے ہیں اور نہ ہی قرآن کو غور سے پڑھنے کی زحمت۔ بلکہ سنی سنائی باتوں پر ایمان لانا ہی کافی سمجھتے ہیں۔ ایک اکیلے ربا پر کیا موقوف ہمارا تو ہر معاملے میں یہی حال ہے۔ ربا کے معاملہ میں اس کا ترجمہ سود کر کے ہم مطمئن ہو گئے کہ اب یہ لوگوں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کو ترجیح دیتے ہیں یا کسی جنگل میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرنا، قدرتی چشموں کا پانی پینا، جنگل کے پھل کھانا، جانوروں کے گوشت سے اپنی اشتہا کو مٹانا اور نباتات کی چھال اور پتوں سے اپنا جسم ڈھانپنا ان کو زیادہ پسند ہے جو ان کے اسلاف کا طریقہ تھا۔ کیونکہ سود کھانے سے توبہ کر کے تو ان کو یہی کچھ کرنا پڑے گا جو ان کے اباواجداد اس وقت کیا کرتے تھے جب وہ جنت سے نکالے گئے تھے اور سید ھا زمین پر آ کر آباد ہوئے تھے۔

ربا کے بارے میں ہم کبھی یہ دیکھنے کی زحمت ہی گوارا نہیں کرتے کہ آیا ربا کی وہ صفات یا شرائط جن کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ربا کو حرام کیا ہے وہ بینک کے سود میں بھی پائی جاتی ہیں کہ نہیں اور وہ صفت یا شرط جس کی بنا پر ہم ربا کو سود کہہ رہے ہیں اس کا قرآن میں کہیں ذکر بھی ہے کہ نہیں؟ یہ چیک کرنے کی بجائے اسمبلی کے فلور سے ایک مولوی صاحب اٹھ کر نعرہ لگاتے ہیں کہ سود حرام ہے، اس کو بند کیا جائے ورنہ حکومت اپنے گھر جائے۔ پھر سارے مولوی صاحبان یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس کی اس بات میں نہ تو کوئی وزن ہے اور نہ اس پر عمل کرنے کے لئے کوئی آمادہ ہے اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں اور لوگوں کو خواہ مخواہ شرمسار کرنے کی سعی کرتے ہیں اور بہتوں کو تو اسلام کے نام پر گمراہ بھی کرتے ہیں۔

مفتیاں کرام اسلام کے نام پر ملک کی اعلیٰ عدالتوں سے سود کے خلاف فیصلے لیتے ہیں۔ ملک کی اسلامی نظریاتی کونسل ان مفتیان کرام کے نرغے میں آ جاتی ہے اور اس تحقیق کا حق ادا نہیں کر پاتی جس کے لئے اس کو وجود بخشا گیا تھا۔ ملک کے بنک اپنے ہی پیشہ سے منافقت کر کے اسلامی بنکاری کا لیبل لگا لینے میں اپنی عافیت جانتے ہیں اور سٹیٹ بینک آف پاکستان اپنے لب سی لیتا ہے اور silence is gold کے سنہری اصول کو اپنا لیتا ہے۔ ملک کا ذہین ترین طبقہ یونیورسٹیوں اور دیگر تحقیقاتی اداروں میں بیٹھا بیٹھا یا تو ربا کی اقسام گنوا تا رہتا ہے یا یہودیوں کی تخلیق کردہ مالیاتی product میں ایسے کیڑے نکالتا ہے جیسے وہ تمام products جو وہ استعمال کر رہا ہے ساری کی ساری ان کے اباواجداد کی ہی تخلیق کردہ ہوں۔ لیکن نا تو کوئی ربا کو قرآن کی روشنی میں دیکھتا ہے اور نہ دیکھنا چاہتا ہے حالاں کہ ہمارے تمام مسائل کا حل اسی میں ہے۔ یہاں اختصار کے ساتھ ربا کو اسی قرآنی روشنی میں دیکھنے کی ایک ادنی سی کوشش کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ربا کو حرام قرار دیا ہے۔ نزول قرآن کے وقت اور اس سے پہلے بھی جو قرض دیا جاتا تھا وہ زیادہ تر صرفی مقاصد (گھریلو اخراجات کو پورا کرنے) کیلئے ہی ہوتا تھا۔ اس قرض پر جو معاوضہ وصول کیا جاتا تھا اس کیلئے اردو میں مناسب لفظ بیاج، بھاری سود یا مہاجنی سود کا ہے جسے انگریزی میں یوژری (usury) کہا جاتا ہے۔ لیکن اردو میں ہم اختصار کی خاطر اسے صرف

https://www.ebooksall.com

سود ہی کہہ دیتے ہیں جو کہ درست ترجمہ نہیں ہے۔ سود کو انگریزی میں interest کہا جاتا ہے۔ بیاج، بھاری سود، مہاجنی سود یا usury جو بھی آپ اسے نام دیں کسی بھی دور کے کسی بھی متمدن معاشرہ میں جائز نہیں رہا۔ اسے ہمیشہ غیر اخلاقی، ظالمانہ اور غاصبانہ فعل ہی سمجھا جاتا رہا جیسا کہ usury کے لغوی معنوں سے بھی ظاہر ہے۔ یہ غریب لوگوں پر ظلم و جبر کی وجہ سے قدیم دور میں بھی غیر اخلاقی اور غیر انسانی فعل خیال کیا جاتا تھا اور آج کے دور میں بھی اسے یہی درجہ حاصل ہے۔

یوژری امریکہ، برطانیہ، کنیڈا اور پاکستان سمیت آج بھی دنیا کے تقریباً ہر ملک میں قانوناً ممنوع، ناجائز اور غیر قانونی ہے اور اگر کہیں اس کا وجود باقی ہے تو قابل گردن زدنی ہے اور قانوناً اس کی اجازت نہیں ہے۔ یقیناً انسانیت کے خلاف یہ ایک بہت بڑا بھیانک جرم ہے اور اسی وجہ سے اس کا کاروبار کرنے والے ساہوکاروں، مہاجنوں بنیوں اور پٹھانوں کے خلاف نفرت کا پیدا ہو جانا ایک قدرتی امر تھا۔ بیاجی، ساہوکار، بنیا یا usurer کے الفاظ ہمیشہ سے ایک گالی کے طور پر بولے جاتے رہے ہیں اور آج بھی جب ہم بیاج، مہاجنی یا بھاری سود یا usury کا ترجمہ صرف سود کرتے ہیں تو اس ساری نفرت اور گالی کے مصداق وہ بینک بن جاتے ہیں جو سودی کاروبار کرتے ہیں حالانکہ سود ایک منظم، جائز اور قانونی کاروبار ہے۔ یہ کاروبار ہر ملک کے مرکزی بینک کی نگرانی میں ہوتا ہے۔ یہ ملک کی ترقی میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے اور اس کی شرح کا تعین سرمایہ کی مجموعی طلب اور رسد کی قوتیں بالکل اسی طرح کرتی ہیں جسطرح منڈی میں باقی چیزوں کی قیمتیں طے ہوتی ہیں۔ آج کل تو قومی سطح پر بھی شرح سود مالی اور مالیاتی پالیسیوں کی جہت متعین کرنے میں ایک اہم کردار ادا کرتی ہے۔

بینک فی زمانہ باقاعدہ ایک کاروبار ہے۔ نا صرف کاروبار ہے بلکہ باقی کاروباروں کے لئے بلڈ بینک بھی ہے کیونکہ اگر بینک کے کردار کو موجودہ دور کی اقتصادیات سے خارج کر دیا جائے تو کسی بھی جدید کاروبار کا چلنا نا صرف مشکل بلکہ ناممکن ہو جائے۔ آج کے دور میں یہ بینک ہی ہیں جو مختلف کاروباروں کو رقومات کی ترسیل اور سیال پذیری (supply and liquidity of money) کا ایک بڑا ذریعہ ہیں۔ بینک پیسہ پیسہ ملک کے طول و عرض بلکہ اب تو ساری دنیا کے بچت کنندگان سے اکٹھا کرتے ہیں۔ یہ سارا کام کوئی مفت میں نہیں ہو جاتا، اس کے لئے بینک کو تگ و دو کرنا پڑتی ہے۔ ہزاروں لاکھوں لوگوں کو ملازم رکھنا پڑتا ہے، عمارت کا بندوبست کرنا پڑتا ہے چاہے اپنی بنائے یا کرایے پر لے، ٹرانسپورٹ پر خرچ کرنا پڑتا ہے اور سب سے بڑھ کر اپنی ساری سرمایہ کاری پر خطرات (risks) کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ ان سارے کاموں میں کون سی بات غلط ہے کہ بینک کی کمائی پر حرام کے فتوے لگا دیے جائیں اور اس کو تجارت کے زمرے سے ہی نکال باہر کیا جائے۔

https://www.ebooksall.com

بینک اپنے کھاتہ داروں سے رقوم اکٹھی کر کے سرمایہ کاروں کو قرض فراہم کرتے اور ملک میں سرمایہ کاری کو فروغ دیتے ہیں۔ ان کے مہیا کردہ اس سرمایہ سے ملک کی تجارت چلتی ہے، کارخانے لگتے ہیں، فیکٹریاں کام کرتی ہیں، سڑکیں، موٹرویز، نہریں، پل اور ڈیم تعمیر ہوتے ہیں، بجلی پیدا ہوتی ہے تیل اور گیس کے کنویں کھودے جاتے ہیں، زراعت چلتی ہے، معدنیات نکالی جاتی ہیں، کاروباری مراکز تعمیر ہوتے ہیں، سپر سٹور چلتے ہیں، ہوائی جہاز، ریل گاڑیاں، اور دیگر ٹرانسپورٹ وغیرہ رواں دواں ہوتی ہیں جن سب سے لاکھوں کروڑوں انسان اپنی روزی کماتے ہیں۔ آج اگر بینک بند کر دیے جائیں تو ہم آن واحد میں پتھر کے زمانے (stone age) میں چلے جائیں گے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ نزول قرآن کے وقت بیاج، مہاجنی سود یا usury لینے کا رواج عام تھا جسے قرآن پاک نے یقیناً حرام کیا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ صرف ایک زمانے کا رب نہیں بلکہ وہ تو ہر زمانے کا رب ہے۔ اسے معلوم تھا کہ ایک زمانہ آئے گا جب سود ایک جائز کاروبار کے طور پر لوگوں کی زندگیوں کا حصہ بنے گا اور بہت سے ایسے کاروبار بھی پیدا ہو جائیں گے جو لوگوں کا خون چوسیں گے۔ پس اس نے ربا کو حرام کرتے وقت بیاج یا یوژری کی ان صفات یا علامات کا ہی ذکر کیا جن کی وجہ سے انسانوں کا خون نچوڑا اور چوسا جا سکتا ہے۔ پس فرمایا:

- دوسروں کے اموال میں سے اپنے مال میں اضافہ کرنا ربا ہوتا ہے: يَرْبُوَ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ (۳۰:۳۹)۔
- ربا میں دوسروں کا مال ناجائز طریقہ سے کھایا جاتا ہے: لَاتَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ (۴:۱۶۱)۔
- ربا میں دوسروں کا مال بڑھا چڑھا کر کھایا جاتا ہے: لَا تَأْكُلُواالرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً (۳:۱۳۰)۔
- ربا کھانے والے خبطی ہوتے ہیں: يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ (۲:۲۷۵)۔
- اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے: وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ (۲:۲۷۵)۔
- اللہ اور اس کے رسول کی ربا لینے والوں سے اعلان جنگ ہے: فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ (۲:۲۷۸)۔
- ربا میں ظلم ہوتا ہے: فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ (۲:۲۷۹)۔

https://www.ebooksall.com

اب ذرا تجارتی بینکوں کے کام پر نظر دوڑایئے۔ کیا بینک دوسروں کا مال کھاتے ہیں؟ کیا بینک کا کاروبار ناجائز اور باطل ہوتا ہے؟ کیا بینک بڑھا چڑھا کر منافع لیتے ہیں؟ کیا بینک خبطی ہوتے ہیں اور بینکوں کا کاروبار ظلم پر مبنی ہوتا ہے؟ کیا بینک کا کاروبار آج کل تجارت کے زمرے میں نہیں آتا؟ اور کیا بینکوں کی لڑائی اللہ اور اس کے رسول سے بنتی ہے؟۔ جیسا کہ پہلے کہا جا چکا کہ بینکوں کا کام ایک منظم، جائز اور قانونی کاروبار یا تجارت کرنا ہے۔ یہ کاروبار ہر ملک کے مرکزی بینک کی نگرانی میں ہوتا ہے۔ سود کی شرح کا تعین سرمایہ کی مجموعی طلب اور رسد کی قوتیں بالکل اسی طرح طے کرتی ہیں جسطرح منڈی میں باقی چیزوں کی قیمتیں طے ہوتی ہیں۔ یہ کاروبار نا صرف ایک تجارت ہے بلکہ یہ ملک اور قوم کی ایک بہت بڑی خدمت بھی ہے جو ملک کی معاشی ترقی میں ایک اہم کردار ادا کرتی ہے۔ جو بینک یہ خدمت ایمان داری سے سرانجام دے گا اللہ اور اس کے رسول بھلا اسی سے لڑائی کریں گے؟

بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے روایت پسند علماء کی اکثریت نے موجودہ مسائل کو حل کرنے کے لئے قرآنی روشنی (Qur'anic light) کو استعمال نہیں کیا یا پھر اقبال مرحوم کے الفاظ میں وہ قرآن کی روشنی میں دیکھنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتے۔ وہ اور ان کا سارا مکتب فکر ان مادر زاد اندھوں کی طرح ہے جو سورج کی روشنی میں بھی دیکھنے کے قابل نہیں۔ روایات میں کھو کر انہوں نے حقیقت کو خرافات میں بدل دیا ہے۔ وہ ہمیشہ قرآن کی تاویل تاریخی روایات کی روشنی اور اپنے اسلاف کی اندھی تقلید میں ہی کرتے آئے ہیں۔ اور یہاں سود کے معاملے میں بھی انہوں نے ربا کی تعریف تاریخ کی روشنی اور اپنے اسلاف کی اندھی تقلید میں ہی کی ہے بلکہ سود کا مسئلہ تو ایسا ہے کہ یہاں تو روایت پسند علماء کے ساتھ ساتھ عقلیت پسند علماء بھی روایات کا ہی شکار نظر آتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ انہوں نے ربا کا ترجمہ یوزری کر کے اپنی جان چھڑا لی ہے۔ بڑی معذرت کے ساتھ عرض ہے کہ ربا کی تعریف کے معاملے میں ہمارے سب ہی علمائے کرام نے ربا کی ان خصوصیات کو مد نظر نہیں رکھا جن کی وجہ سے اسے حرام کیا گیا تھا اور جن کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں۔ بلکہ وہ تو الٹا بینکاری کے جائز اور قانونی کاروبار کو ربا کہہ کر حرام کر رہے ہیں اور قرآنی آیت **قالوا إنما لبيع مثل الربو**(۲:۲۷۸) کا مرجع بجائے مکہ کے کفار کے یہ خود بن رہے ہیں۔

"وہی بات کہ جس کا ذکر نہ تھا افسانہ میں" کے مصداق انہوں نے ربا کو اس کی اس خصوصیت کی بنا پر حرام کیا جس کا اللہ کے کلام میں کہیں ذکر تک نہیں ملتا۔ اللہ نے ربا کو کہیں بھی یہ کہہ کر حرام نہیں کیا کہ وہ ایک متعینہ (fixed) شرح سے وصول کیا جاتا ہے اس لئے وہ حرام ہے۔ لیکن ہمارے سبھی علمائے کرام کا اسی پر سارا زور ہے۔ اب یہ خصوصیت ایک ایسی خصوصیت ہے جس کی وجہ سے سود کے حرام ہونے کی کوئی منطق بنتی بھی نہیں کیونکہ اگر سرمایے کے معاوضے کو متعین (fixed) ہونے کی بنا پر حرام کیا جائے تو پھر تو ہر قسم کے معاوضے ہی حرام قرار پاتے ہیں۔ زرعی زمین ٹھیکے پر دینا، مکان دوکان پٹرول پمپ کرایے پر دینا، بسوں،

https://www.ebooksall.com

ریلوں اور جہازوں کو کرایے پر چلانا حتی کہ مزدوروں کی اجرتیں اور ملازموں کی تنخواہیں سب کی سب ہی حرام قرار پائیں گی کیونکہ یہ سب متعین (fixed) ہوتی ہیں۔

علمائے کرام کی اس تعریف سے بینک کا سود تو ربا میں شامل ہو گیا (جو درحقیقت ربا نہیں ہے) لیکن بہت سارے ناجائز اور مبنی بر ظلم کاروبار ربا کی تعریف سے باہر چلے گئے جن کو قرآن کی اوپر بیان کردہ ربا کی خصوصیات کی بنا پر حرام ہونا چاہیئے تھا۔ مثلاً ایک ذخیرہ اندوزی کرنے والا، بلیک میں مال بیچنے والا، انکم ٹیکس چوری کرنے والا، سمگلنگ کرنے والا، دھوکے سے مال بیچنے والا، ناجائز منافع خور، لوگوں کو پلاٹوں کا لالچ دے کے کران کو ان کی جمع پونجی سے محروم کرنے والا لینڈ مافیا، کام نا کر کے تنخواہ یا اجرت لینے والا ملازم، افسر یا مزدور وغیرہ جو بھی ناجائز اور باطل طریقوں سے ہر سال لوگوں کا اربوں کھربوں کا مال ہڑپ کر جاتے ہیں مفتی صاحب کے مطابق اللہ اور اس کے رسول کو ان سے جنگ کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے اور جنگ کرنے کے لئے صرف وہ غریب کلرک ہی رہ جاتا ہے جس نے تنخواہ حاصل کرنے کے لئے بینک میں اپنا اکاونٹ کھول رکھا ہوتا ہے۔

صرف سود کو حرام کرنے اور ربا کی باقی ساری بڑی بڑی اور موٹی موٹی اقسام سے صرف نظر کرنے سے ہمارے علمائے کرام پر تقریباً وہی مثال فٹ بیٹھتی ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام یہودی علماء کے بارے میں اکثر دیا کرتے تھے کہ ثابت اونٹ تو ان کی گردنوں سے نیچے اتر جاتا ہے لیکن ایک مچھر جا کر ان کے حلق میں پھنس جاتا ہے۔

جب مفتی صاحب نے سود کے حرام ہونے کا فتوی دیا تو سرکاری ملازمین مفتی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور آپ نے یہ کیا کیا؟ ہمارا جو ۱۰۰ روپے جی پی کی صورت میں آج سے چالیس سال پہلے کاٹا گیا تھا اس پر اگر سود نہ لیں تو اس کے تو آج کی تاریخ میں بچوں کو کھلانے کیلئے ایک وقت کے پکوڑے بھی نہیں آتے حالانکہ جب یہ کاٹا گیا تھا تو اس وقت تو ان کی ایک بھینس آجایا کرتی تھی جس کا دودھ سارا کنبہ سارا سال پیتا تھا اور پڑوسیوں کو بھی اس کی لسی اور مکھن مفت میں مل جاتا تھا۔ مفتی صاحب نے سرکاری ملازمین کی یہ تکلیف (grievance) سن کر اس کا فوراً ازالہ کر دیا اور فتوی صادر فرمایا کہ جی پی فنڈ کو سود سے استثناء حاصل ہے۔

پھر حکومت خود بہ نفس نفیس مفتی صاحب کے پاس چل کر گئی اور التجا کی کہ مفتی صاحب! اگر سود حرام ہو گیا تو لوگ قومی بچت کی سکیموں میں پیسہ کیوں لگائیں گے اور حکومت پیسہ اکٹھا کئے بغیر ملک کی ترقیاتی سکیموں کو کیسے چلائے گی۔ اس طرح تو ملک پسماندہ رہ جائے گا۔ مفتی صاحب نے فوراً محب وطن ہونے کا ثبوت دیا اور قومی بچت کی سکیموں کو سود سے استثناء دے دیا۔

https://www.ebooksall.com

پھر قسطوں پر سامان بیچنے والے دوکاندار، ادھار پر دوایاں فروخت کرنے والی کمپنیاں اور کھاد اور تیل کا ادھار پر کاروبار کرنے والے آڑھتی صاحبان مفتی صاحب کے پاس گئے کہ مفتی صاحب آپ نے سود کو تو حرام کر دیا اب ذرا فتویٰ ارشاد فرمائیں کہ جو ہم نقد قیمت سے زیادہ پر اپنی چیزیں ادھار میں فروخت کرتے ہیں یہ زائد قیمت جو ادھار کا ہی معاوضہ ہوتی ہے اس کا لینا کیسا ہے ؟۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ یہ صحیح تجارت (بیع سلم) ہے اور تجارت کو اللہ نے حلال کیا ہے چاہے جتنا منافع ہو۔

پھر ملک کا کاروباری طبقہ (entrepreneur) مفتی صاحب کے پاس گیا اور کہنے لگا مفتی صاحب ! اگر سود حرام ہو گیا تو لوگ پیسہ بچا کر ہمارے حوالے کیوں کریں گے اور پھر ہم کارخانے کیسے لگائیں گے اور سرمایہ کاری کیسے کریں گے۔ اس طرح تو سارا کاروبار ہی ٹھپ ہو جائے گا اور لوگ بھی بے روزگار ہو جائیں گے۔ یہاں پھر مفتی صاحب کو سرمایہ کاروں اور بے روزگاروں پر رحم آگیا اور ارشاد فرمایا کہ تم فکر نہ کرو تمہارے لئے ہی تو اسلامی بینکاری شروع کر رہے ہیں۔

ہمارے ایسے مفتیان عظام اور علمائے کرام کی مثال اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں عیسائی راہبوں سے دی ہے۔ فرمایا: وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا(۵۷:۲۷)۔ اور رہ گئی رہبانیت (دنیا سے کنارہ کشی) اس کو تو انہوں نے (راہبوں نے) خود ہی گھڑ لیا تھا۔ ہم نے ان کو اس کا حکم نہیں دیا تھا۔ انہوں نے ایسا خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا تھا لیکن پھر اسے بھی نہ نباہ سکے جیسا اسے نبھانے کا حق تھا۔ ہمارے علمائے کرام نے بھی ایسا ہی کیا۔ جسے اللہ نے حرام نہیں کیا، پہلے اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اسے حرام کر لیا اور پھر اس پر قائم بھی نہ رہ سکے جیسا کہ اس پر قائم رہنا چاہیئے تھا اور اسے حیلے بہانے کر کے حلال کر لیا۔ کبھی اسلامی بنکاری کے نام سے کبھی جی پی فنڈ پر سود کی حلت کے بہانے، کبھی بیع سلم کا نام لے کر اور کبھی قومی بچت کی سکیموں کا بہانہ بنا کر۔

اللہ کے دین کے ساتھ اس قسم کے کھلواڑ اچھے تو نہیں لگتے لیکن بہر حال برداشت تو کرنے پڑتے ہیں کیوں کہ معاملہ علمائے کرام اور مفتیان عظام کا آجاتا ہے جن پر تنقید کرنے کا یہاں کسی کو حق حاصل نہیں ہے کیونکہ وہی حق ہیں اور جو تنقید کرے تو پھر "ان حسرتوں سے کہہ دو کہیں اور جا بسیں۔ اتنی جگہ کہاں ہے اس دل داغدار میں"۔ تاہم اسلامی بینکاری پر ہمیں صرف دو اعتراض ضرور تھے۔ ایک یہ کہ اسلامی بینکاری ایک حیلہ ہے اور حیلہ دھوکہ ہوتا ہے۔ اسلام میں ایسے دھوکوں کی اجازت ہرگز نہیں ہے کیونکہ دھوکے سے مال بیچنا تو ہماری شریعت میں ویسے ہی حرام ہے۔ دوسری یہ کہ یہ طریقہ مروجہ طریقہ بینکاری کی نسبت بہت زیادہ غیر شفاف ہے کیونکہ اس میں سود کا تعین صرف ایک بینک کی صوابدید پر ہوتا ہے اور وہ بھی سال کے آخر پر جبکہ مروجہ بینکاری میں شرح سود پہلے

https://www.ebooksall.com

سے معلوم ہوتی ہے اور تجارت کے مجموعی طلب اور رسد کے مروجہ اصول کی بنیاد پر ہی دی جاتی ہے جس کا نگران مرکزی بینک ہوتا ہے۔

اس دور میں ان باتوں پر توجہ کون دیتا ہے کیونکہ لوگ فتووں کے عادی ہو چکے ہیں اور قرآن کو سمجھنے اور اس پر غور کرنے کی نہ کسی کو عادت ہے اور نہ کوئی چاہتا ہی ہے۔ لیکن مفتی صاحب کے اپنے ہی مکتب فکر کے ایک بہت بڑے طبقے نے اسلامی بینکاری کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور اسے حیلہ قرار دے کر حرام کر دیا ہے۔ اللہ اللہ کر کے یہ فکر بھی اب دور ہوئی لیکن اس سے مسئلہ پھر حل ہونے سے رہ گیا اور اب یہ قیامت تک حل نہیں ہو پائے گا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگوں کا قرآن پر سے اعتبار اٹھتا چلا جائے گا کہ بھلا جو کتاب سود کا حل بھی پیش کرنے سے معاذاللہ قاصر ہے وہ اللہ کی کتاب کہلانے کی مستحق کس طرح سے ہو سکتی ہے اور اس پر ایمان لانے کا فائدہ؟ ہاں دکھاوے کی خاطر یا دنیاوی مجبوریوں سے مجبور ہو کر ہم سب ہی قرآن پر ایمان لانے کے دعوے دار بنے رہیں گے۔

ہمارا مقدر یہی ہے اور یہی رہے گا: اول تو اس ملک میں کسی بھی حکومت کو استحکام اور دوام نصیب نہیں ہوگا اور اگر کوئی حکومت دو سال بھی پورے کر لے گی تو اسمبلی کے فلور سے ایک مولوی صاحب نعرہ بلند کرے گا کہ سود حرام ہے اس کو بند کیا جائے یا حکومت استعفیٰ دے کر گھر جائے۔ پھر وہ اسلام کا نام لے کر ساری اسمبلی کو یرغمال بنائے گا۔ کسی میں بھی اتنی طاقت نہیں گی کہ سود کو جائز کہہ سکے۔ مولوی صاحبان محراب و منبر پر قرآن پڑھ پڑھ کر سود کو حرام کہتے رہیں گے اور لوگوں کو شرماتے اور اسلام کے نام پر گمراہ کرتے رہیں گے۔ مفتیان کرام اسلام کے نام پر ملک کی اعلیٰ عدالتوں سے سود کے خلاف فیصلے لیتے رہیں گے۔ ملک کی اسلامی نظریاتی کونسل کبھی بھی ان مفتیان کرام کے نرغے سے باہر نکل کر تحقیق کا وہ حق ادا نہیں کر سکے گی جو اس کے سپرد کیا گیا ہے۔ ملک کے بنک اپنے ہی پیشہ ہی سے منافقت کر کے اسلامی بنکاری کا لیبل لگاتے رہیں گے اور ہمارے ملک کا ذہین ترین طبقہ یونیورسٹیوں اور دیگر تحقیقاتی اداروں میں بیٹھا ربا کی اقسام گنواتا رہے گا اور یہودیوں کے ایجاد کردہ مالیاتی نظام کی جگہ اسلام کا مالیاتی نظام قائم کرنے کی بشارتیں دیتا رہے گا لیکن کوئی بھی قرآنی ربا کی گرد کو نہیں پا سکے گا، معیشت سے اس کو ختم کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔

انتساب: افکار اقبال و عمادی اور آغا محمد شفیع کی کتاب Islam & Interest سے بھرپور استفادہ کیا گیا ہے۔

رانا محمد عاشق

https://www.ebooksall.com